کسی بھی طریقِ انتخاب کے لیے کی جا سکتی ہے، بہرحال یہ تو آئندہ قومی اسمبلی کے وجود پر آنے ہی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ پلڑا کس طرف جھکنے والا ہے۔ (پاکستان مسلم لیگ، پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان اسلامک فرنٹ تین جماعتوں کے منشور اقلیتّوں کے بارے میں بہت واضح ہیں۔)

انتخابی مہم میں اپنے حریف امیدواروں کی کمزوریاں نمایاں کرنا اور اپنی کارکردگی سے ووٹروں کو متاثر کرنا کھیل کا حصّہ ہے۔ تمام امیدوار یہی کچھ کر رہے ہیں، تاہم پاکستان مسلم لیگ (نواز شریف گروپ) کے حمایت یافتہ جداگانہ طریقِ انتخاب کی مخالفت نہیں کر رہے جب کہ باقی امیدوار چاہے وہ آزاد ہیں یا پاکستان پیپلز پارٹی کے حمایت یافتہ، مخلوط طریق انتخاب کے حق میں آواز اٹھا رہے ہیں۔ قومی اسمبلی کے لیے پورے ملک کو ایک حلقہ اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے ہر صوبے کو ایک حلقہ قرار دیا گیا ہے، اس سے امیدواروں کو جو طویل سفر کرنے پڑتے ہیں اور انتخابی اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ہر امیدوار اِس پر شکوہ سنج ہے اور حلقہ بندیوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ سینیٹ میں نمائندگی کے لیے آواز اٹھائی جا رہی ہے۔ بعض امیدوار حدود آرڈیننس، شریعت ایکٹ، قانون گستاخی رسول ﷺ اور قانونِ شہادت کو اپنے حقوق کے خلاف سمجھتے ہیں اور ان کے منسوخ کرنے کی بات کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض مبیّنہ واقعات کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ مگر نظریاتی مسائل سے کہیں زیادہ مسیحی اقلیّت کے مادی مسائل ہیں جن کی جانب فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مسیحی اکثریت کچی آبادیوں میں رہائش پذیر ہے جہاں بنیادی شہری سہولتوں کا فقدان ہے۔ اولاً ان کچی آبادیوں کو قانونی حیثیت حاصل نہیں، کسی بھی وقت یہاں کے مکینوں کو بے دخل کیا جا سکتا ہے۔ کچی آبادیوں کے مکینوں کو حقوق ملکیت یا موجودہ جگہ کے متبادل رہائش مہیّا کرنا ایک مسئلہ ہے۔ ان آبادیوں میں صفائی، بجلی اور پانی کی فراہمی، بچوں کے لیے تعلیم اور طب وصحت کی سہولتوں کی فراہمی حقیقی مسائل ہیں۔

مسیحی برادری کو دیگر اقلیّتوں کی طرح پرمٹ پر شراب مل سکتی ہے۔ چوں کہ مسیحی آبادی کی اکثریت غریب ہے، اِس لیے نوجوان اپنی آمدنی بڑھانے کی خاطر ناجائز فروشوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور اِس مسئلے پر وہ ہمیشہ بلیک میل کیے جاتے ہیں۔ مسیحی برادری کے لیے شراب پر پابندی ایک دیرینہ مطالبہ ہے۔ اگر نوجوان شراب نوشی کے عادی ہو جاتے ہیں تو یہ غریب خاندانوں کے خود بہت بڑا نقصان ہے اور اگر معاشرے میں شراب عام کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں تو یہ بھی قابلِ برداشت نہیں۔ پاکستان کرسچن کانگرس کے صدر جناب ناظر بھٹی نے وفاقی شرعی عدالت میں مسیحیوں کے لیے شراب کے پرمٹ جاری کیے جانے کے خلاف ایک پٹیشن دائر کی تھی۔[۲۰] طارق کرسٹوفر قیصر نے شراب کے پرمٹ بند کیے جانے کا مطالبہ کیا تھا۔[۲۱]

حواشی

۱۔ حکومتِ پاکستان، Census Report of Pakistan، اسلام آباد: شعبۂ شماریات، حکومتِ پاکستان (دسمبر ۱۹۸۴ء)، ص ۶۸

۲۔ جوزف ارشد، پاکستان میں مسیحی تشخص کی جدوجہد، پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب" (لاہور)، یکم تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۱ء

۳۔ لورنس ویمیلنڈ، The Christian Minority in the North West Frontier Province of Pakistan، ماہنامہ "المشیر" (راولپنڈی)، اپریل - جون ۱۹۷۳ء، ص ۱۱۸

۴۔ اس مسئلے پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکمران طبقے اور برطانوی مشنریوں کی سوچ بالکل متضاد تھی۔ حکمران طبقہ جب اینگلو انڈین یا یوریشین گروہ کی مخالفت میں پیش پیش تھا تو برطانوی مشنری مقامی آبادی سے شادیاں رچا رہے تھے اور اُنہیں اپنی ہند نژاد اولاد پر بڑا فخر تھا۔ مثال کے طور پر لنڈن مشنری سوسائٹی کے ریورنڈ چارلس میڈ نے تیسری شادی ایک مقامی خاتون سے کی اور ریورنڈ میڈ کے ۲۳ بچے تھے۔

۵۔ ماضی کے اس دلچسپ طبقے کے لیے دیکھیے:

*Dover, C., Half Caste, London: Secker and Warburg (1937)

* Anthony, F., Britain's Betrayal in India: The Story of the Anglo - Indian Community , Bombay: Allied Publishers (1969)

* Ballhatchet, K., Race, Sex and Class under the Raj, London: Weidenfeld and Nicolson (1980).

۶۔ حکومتِ پاکستان، The Constitution of the Islmic Republic of Pakistan، فیڈرل جوڈیشل اکیڈمی (۱۹۸۹ء)، دفعات ۵۱ (۲ - الف) اور ۱۰۶ (۳)

۷۔ جوشوا فضل الدین کیتھولک مسیحی تھے اور جہلم سے تعلق رکھتے تھے۔ اُنہوں نے جہلم، فیصل آباد اور راولپنڈی کے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ لاء کالج پنجاب یونیورسٹی سے ایل - ایل - بی کی سند لی تھی اور وکالت کے پیشے سے وابستہ تھے۔ وکالت کے راستے سیاست میں داخل ہوئے۔ ۱۹۵۱ء میں پنجاب صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور وحدت مغربی پاکستان (۱۹۵۵ء) کے بعد ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت اعلیٰ میں نائب وزیر خزانہ اور بعد میں مظفر علی قزلباش کے دور میں نائب وزیر قانون رہے۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء تک وہ مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن تھے۔